© rasailojaraid.com

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے چند جذباتی لمحات

عبد الحمید صدیقی

شعور کی طرح جذبہ انسانی زندگی کے لیے خداوند تعالیٰ کی ایک مستقل اور لازوال نعمت ہے۔ جب تک انسان سانس لیتا ہے جذبہ بھی اس کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ البتہ اس کی کیفیات، حالات، ماحول اور مزاج کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی یہ ہلکی سی لے کی طرح انسان کے اندر ارتعاش پیدا کرتا ہے، کبھی یہ شدت اختیار کر کے اس کی زندگی میں زلزلہ اور طوفان اٹھاتا ہے، کبھی روحانی کیف و مستی کے زیر اثر آ کر قلندرانہ وجد و حال کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے، کبھی یہ ایسی خاموش اور پرسکون روش اختیار کر لیتا ہے کہ اس کی حرکت و حرارت کا احساس تک نہیں ہوتا، لیکن یہ کسی نہ کسی صورت میں بہرطور موجود ضرور رہتا ہے۔

جب ایک عام انسان کے جذبے اور اس کی کیفیت کا صحیح ادراک بسا اوقات انسانی دسترس سے باہر ہوتا ہے تو آخر یہ کس طرح ممکن ہے کہ افضل الانبیاء، ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کا احاطہ کیا جا سکے؟ اس بنا پر اس مضمون کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسیاتی تجزیے کی قسم کی کوئی بے جا جسارت نہ سمجھا جائے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شعور اور جذبات کا صحیح تجزیہ کسی انسان کے بس کی بات ہے بھی نہیں۔ انسانی نفسیات کا بتدی بھی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ یہ تجزیہ اسی بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ انسانوں کے مابین مشترک جذبات ہونے کی وجہ سے ان کے اظہار کے راستے بھی ایک دوسرے سے کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ اس لیے کسی دوسرے شخص کا جذباتی طرزِ عمل دیکھ کر ہم اپنے دل کے اندر جھانکتے ہیں اور ان محرکات کا کھوج لگانے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری زندگی میں بھی اسی نوعیت کے طرزِ عمل کو جنم دیتے ہیں۔ نفسیاتی تجزیہ قیاس پر مبنی ہوتا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس کی صحت کا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال میں ہم آہنگی ہو۔ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ مماثلت اور ہم آہنگی نبی اور غیر نبی کے محرکات و اعمال کے مابین تو پیدا نہیں ہو سکتی۔ غیر نبی کے محرکاتِ عمل میں تو نفسانی آلائشیں بھی ہو سکتی ہیں جب کہ نبی کے محرکات بالکل پاکیزہ اور مُنَزّہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود اُن کے ان مصفا چشموں کی حفاظت کا انتظام کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ایک عام انسان غصے کا اظہار کرتا ہے تو بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُس کی انا کو کوئی ٹھیس پہنچی ہے یا اُس کے کسی مفاد پر کوئی ضرب لگی ہے۔ اس لیے ہم اِن وجوہ پر غور کر کے اصل تحریکات کا کسی حد تک ادراک کر لیتے ہیں کیونکہ ہم خود بھی اس قسم کے حوادث سے دوچار ہو کر برہمی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن نبی کی رنجش کے اسباب چونکہ عام انسانوں کے وجوہِ ناراضی سے بالکل مختلف ہوتے ہیں، اس لیے کوئی غیر نبی اُن کا صحیح طور پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی مسلمان نے اجو نبوت کے ارفع مقام کا کچھ بھی شعور رکھتا ہے، کسی نبی کے نفسیاتی تجزیہ کی ہمت نہیں کی۔ موجودہ دَور کے نفسیات گزیدہ اپنے خبثِ باطن کو علم و تحقیق کے نام پر جس طرح چاہیں ظاہر کرتے رہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ کسی نبی کا نفسیاتی تجزیہ بارگاہِ نبوت میں انتہائی گستاخانہ عمل ہے، کیونکہ یہ تجزیہ کرنے والا اپنے آپ کو حَکَم سمجھ کر اِس مہم کا آغاز کرتا ہے۔ کیا کوئی مسلمان اِس زعم میں گرفتار ہو سکتا ہے کہ وہ نفس کی انگیخت اور شیطان کے وسوسوں سے مکمل طور پر بچ کر، کسی نبی کی نفسیاتی کیفیات اور اُس کے عمل کے محرکات کا پوری طرح ادراک کر کے مکمل عدل و انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ کوئی حکم لگا سکتا ہے؟ ایک مسلمان تو اس قسم کی جسارت کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ "تحقیق" غارت گرِ ایمان ہے۔

ایک عام انسان اور نبی کے ارفع مقام کے درمیان جو امتیاز ہے، اُسے تسلیم کر لینے کے باوجود اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نبی چونکہ نوعِ بشری کی رشد و ہدایت کے لیے مامور ہوتا ہے اِس لیے اس کا تعلق بنی نوع انسان ہی سے ہوتا ہے اور وہ انسانی داعیات کے ساتھ ہی انسانی معاشرے کے اندر اپنے مقدس مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ غم کے لمحات میں وہ دل گرفتہ اور بے چین ہوتا ہے، خوشی کے مواقع پر اس کا دل راحت اور آسودگی محسوس کرتا ہے، اعدائے دین کی چیرہ دستیاں اور دل آزاریاں اور راہِ حق سے انحراف کے لیے اُن کی ہٹ دھرمیاں اُسے رنجیدہ اور مغموم کرتی ہیں۔ رفقا کی کوتاہیوں پر وہ ناگواری کا اظہار کرتا ہے اور اُن کی کامیابیوں اور کامرانیوں پر مسرور ہوتا ہے۔ الغرض بھوک،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیاس، علالت، عزیزوں اور دوستوں کی وفات، زندگی کے یہ سارے نشیب و فراز، پریشانیاں اور المیے اُسے دوسرے انسانوں کی طرح ہی متاثر کرتے ہیں اگر ان اثرات کے ہجوم میں بھی وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جو اُس کے عظیم مرتبہ سے فروتر ہو۔ وہ اِن حوصلہ شکن حالات میں بھی سیرت و کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے اور اُس مثالی طرزِ عمل کا اظہار کرتا ہے جس کا حکم اُسے مالکِ کائنات نے دیا ہے۔ چنانچہ وہ خوشی کے موقع پر پُرجوش تو ہوتا ہے مگر لہو و لعب میں مبتلا ہونے کے بجائے اپنے خالق کے سامنے سجدۂ شکر بجا لاتا ہے جس نے اُس کے لیے مسرت و شادمانی کا سامان پیدا کیا۔ اِسی طرح وہ دکھ اور مصائب میں رنجیدہ خاطر تو ہوتا ہے مگر کسی قسم کا احتجاج نہیں کرتا بلکہ اُس قادرِ مطلق کی طرف رجوع کرتا ہے جو ناخوشگوار حالات پیدا کرنے اور تنگی کو فراخی میں بدلنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

جس طرح عقل کو زندگی سے خارج کر کے محض جذبات کے سہارے زندہ رہنا فطرت کے خلاف جنگ ہے، اسی طرح حیاتِ انسانی کو جذبات سے محروم کر کے یا انہیں پوری طرح دبا کر جیسا کہ رواقیوں (STOICS) نے کیا، محض شعور اور آگہی کے بل بوتے پر زندگی بسر کرنا انسانی جان کے ساتھ انتہائی ناانصافی ہے۔ شعور و جذبہ دونوں کا زندگی میں اپنا اپنا مقام اور کردار ہے اور دونوں کے حسین امتزاج ہی سے زندگی میں توازن اور اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اس مضمون میں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور دلآویز زندگی کے جذباتی لمحات میں آپؐ کے خدا پرستانہ طرزِ عمل کی چند جھلکیاں دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ اور جدِ امجد کی وفات پر جس طرح دلگیر ہو کر آنسو بہائے اُس سے آپؐ کے جذبات کی گہرائی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پھر غارِ حرا میں جب جبرائیل امینؑ وحی لے کر پہلی بار حضورؐ کے سامنے ایک نورانی پیکر میں نمودار ہوئے تو آپ قدرتی طور پر خوفزدہ ہو گئے کیونکہ آپ اُن کی ذات سے پہلے آشنا نہ تھے۔ چنانچہ آپ گھبراہٹ کے عالم میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گھر تشریف لائے اور انہیں فرمایا "زَمِّلُونِي" (مجھے کچھ اڑھاؤ)۔ جب کچھ دیر کے بعد گھبراہٹ دور ہوئی تو آپؐ نے اپنی رفیقۂ حیاتؓ سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ یہ سن کر اُن سعادت مند خاتون نے، جو آپؐ کے اوصافِ حمیدہ سے پوری طرح واقف اور آپ کی عظمت کی سب سے زیادہ معترف تھیں، یہ کہہ کر آپؐ کو تسلی دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"آپ ہرگز خوفزدہ نہ ہوں۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔ خدا کی قسم مالک الملک آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرنے والے، راست گو، لوگوں کے بار اٹھانے والے، ناداروں اور مسکینوں کی خبرگیری کرنے والے ہیں۔ آپ امین ہیں اور مہمان نوازی کا حق ادا کرتے ہیں اور نامساعد حالات میں لوگوں کی اعانت اور دستگیری کرتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

جب آپ نے حق کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا تو ہر طرف سے آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ لیکن آپ خداوند تعالیٰ کی تائید کے سہارے پورے صبر و ثبات کے ساتھ یہ فرض سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اس اثنا میں ایک نازک مرحلہ ایسا بھی آیا، جس میں حضورؐ کے مربی اور کفیل جناب ابوطالب بھی قریش کے دباؤ کے تحت اس بات پر مجبور ہو گئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ دین کے کام سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ حضورؐ کی زندگی کے جذباتی لمحات میں یہ ایک نہایت ہی نازک لمحہ تھا۔ ایک طرف قریش کی مخالفت اور مخاصمت تھی اور دوسری طرف وسائل کی کمی اور پیارے چچا، جو دنیاوی سہاروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واحد طاقت ور سہارا تھے، کی مجبوریاں تھیں۔ ان صبر آزما لمحات میں یہ عین ممکن تھا کہ اگر آپؐ اپنے چچا کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیتے تو آن کی حفاظت اور کفالت سے محروم ہو جاتے اور پھر آپؐ کو قریش کی دراز دستیوں سے بچانے والی کوئی مؤثر شخصیت اُس معاشرے میں باقی نہ رہتی۔ ابن ہشام میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔ جب قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں پر، اور اُن سے جو نقصان اُن کے آبائی دین کو پہنچ رہا تھا، اس پر جناب ابوطالب سے شکایت کی تو انہوں نے حضورؐ کو بلایا اور محبت بھرے لہجہ میں کہا:

"اے جانِ برادر! تمہارے قبیلے کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کیں (اور وہ باتیں بیان کیں جو انہوں نے کہی تھیں) خدا را مجھ پر رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کرو۔ مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔"

راوی کا گمان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ایسا احساس ہوا کہ اُن کے چچا اُن کی دستگیری سے اب مجبوراً دست کش ہو رہے ہیں اور ظالموں اور آپؐ کے درمیان وہ حائل نہ رہیں گے۔ حضورؐ کی زندگی کا یہ بڑا صبر آزما مرحلہ تھا۔ ایک طرف کفر کی طاقت اور عداوت تھی تو دوسری طرف دنیوی اعتبار سے بے بسی اور بے سروسامانی۔ ان حالات میں جو واحد سہارا تھا وہ بھی اب ہمت ہار کر الگ ہوتا نظر آ رہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا۔ حضورؐ نے اس اندوہناک صورتِ حال کو شدت سے محسوس کیا اور آپؐ کا دل بھر آیا اور آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ یہ ایک فطری عمل تھا لیکن غم و اندوہ کے ان لمحات میں بھی آپؐ نے خداوند تعالیٰ کے سہارے ہی کو اپنے لیے سب سے زیادہ مضبوط سہارا سمجھا اور جزم و یقین کے ساتھ فرمایا:

یَا عَمِّ وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ	چچا جان! قسم ہے خدا کی اگر یہ لوگ میرے داہنی
فِیْ یَمِیْنِیْ وَالْقَمَرَ فِیْ یَسَارِیْ	ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پہ چاند اور
عَلٰی اَنْ اَتْرُکَ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی	مجھ سے اس کام سے باز رہنے (کا مطالبہ) کریں تو
یُظْہِرَہُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ	میں اسے کبھی نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسے
فِیْهِ مَا تَرَكْتُهُ	غالب کر دے یا میں (اس جدوجہد) میں اپنی جان
ابن ہشام جلد ا ص ۲۶۶	جان آفریں کے حوالے کر دوں۔

جناب ابوطالب حضورؐ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ سے بڑے متاثر ہوئے اور کہا: "جانِ عزیز! جہاں جس طرح تمہارا جی چاہتا ہے دعوتِ دین کا کام کرتے رہو۔ میں تمہاری معاونت سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا۔"

حضورؐ نے اپنے چچا کے ان احسانات کو ہمیشہ یاد رکھا۔ دنیاوی معاملات میں بڑی خوش دلی سے ان کا ہاتھ بٹایا، روپے پیسے سے ان کی مدد کی، ان کے بچوں کی پرورش اور نگہداشت پر توجہ دی، ان کے سامنے ہر موزوں موقع پر دین کی دعوت پیش کی تاکہ وہ مسلمان ہوکر دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں۔ حضورؐ اپنے چچا کی آخرت سنوارنے کے بارے میں کس قدر فکر مند تھے، اس کا اندازہ حضورؐ کی اس پُر زور التجا اور دعا سے لگایا جاسکتا ہے جو آپؐ نے جناب ابوطالب کی وفات کے وقت ان کے سامنے کی اور ان کی وفات کے بعد خدا کے حضور میں ان کی مغفرت کے لیے کرتے رہے۔ اس التجا اور دعا میں حضورؐ کے اپنے چچا کے بارے میں جذبات کی اچھی طرح عکاسی ہوتی ہے۔

مسند احمد، بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب جناب ابوطالب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی وہاں موجود تھے۔ آپؐ نے فرمایا چچا جان، آپ ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ تو کہہ دیجیے تاکہ مجھے خدا کے سامنے آپ کی شفاعت اور سفارش کے لیے ایک حجت اور دلیل مل جائے۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ باپ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین کا واسطہ دے کر انہیں کلمۂ شہادت پڑھنے سے تاکیداً باز رکھتے رہے اور حضورؐ بار بار انہیں زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرنے کی التجا کرتے رہے۔ مگر وہ نہ مانے اور انہوں نے عبدالمطلب ہی کے دین پر دُنیا سے رخصت ہونا پسند کیا اُن کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے لیے مسلسل دُعائے مغفرت مانگتے رہے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔

حضورؐ اپنی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بڑا جذباتی لگاؤ رکھتے تھے۔ اُن کی معاونت اور دستگیری کو حضورؐ نے ہمیشہ یاد رکھا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو آپ بڑے آزردہ خاطر ہوئے۔ ان کے دُنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد حضورؐ کے دل میں اُن کی محبت اور احترام آخری دم تک موجود رہا۔ جب کبھی اُن کا ذکر آتا تو آپؐ مغموم ہو جاتے اور بسا اوقات آپؐ کے جذبات خلیج چشم سے آنسوؤں کی صورت میں بہہ نکلتے۔ جب کبھی اُن کی کوئی چیز سامنے آتی تو آپؐ کا دل بھر آتا۔ حضرت ابوالعاص جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے اور داماد تھے جنگ بدر میں گرفتار ہوئے اور اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیے میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے وقت انہیں دیا تھا۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس ہار کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور صحابہؓ سے فرمایا: "اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ مجھے حضورؐ کی ازواجِ مطہرات میں کسی اور زوجۂ محترمہ پر اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر۔ حضورؐ اُن کی سہیلیوں کو وقتاً فوقتاً تحائف بھیجتے اور ان کا کثرت سے تذکرہ فرماتے۔ ایک مرتبہ میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے "آپ کے دل و دماغ پہ تو خدیجہؓ ہی چھائی رہتی ہیں۔" اس پر آپؐ رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا: "ہاں اُن کی محبت کی خود اللہ نے میرے دل میں آبیاری کی ہے۔ وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائیں جب دوسرے لوگوں نے مجھے ٹھکرا دیا۔ جب لوگوں نے میرے دعوائے نبوت کو جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ جب دوسرے لوگوں نے مجھے ہر چیز سے محروم رکھنے کی کوشش کی تو انہوں نے میری دست گیری کی۔"[1]

جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے حضورؐ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ

[1] یہ الفاظ بخاری، مسلم اور مسند احمد بن حنبلؒ سے جمع کیے گئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے ان کے سالِ وفات کا نام ہی عام الحزن رکھ دیا تھا۔ لیکن ان المناک حوادث سے دوچار ہونے کے باوجود آپ دعوتِ دین کے لیے پاپیادہ ہی مکے سے نکل کھڑے ہوئے اور طائف تک راستے میں جتنے قبائل آباد تھے سب کو اللہ کا پیغام سناتے چلے گئے۔ طائف پہنچنے پر آپ وہاں کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اُن میں سے ایک بولا: میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں گا اگر اللہ نے تجھے رسول بنایا ہو۔ دوسرے نے کہا: کیا خدا کو تیرے سوا کوئی اور رسول بنانے کو نہ ملا جس کو سواری تک میسر نہیں۔ اُسے اگر رسول بنانا ہی تھا تو کسی حاکم اور سردار کو بنانا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس طعنہ زنی اور بے ہودہ باتوں کا کوئی اثر نہ لیا اور تبلیغِ دین میں برابر منہمک رہے۔ اس سے یہ سردار جھلا اُٹھے اور انہوں نے شہر کے چھوکروں اور اوباش لوگوں لوگوں کو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ اور زِچ کرنے پر اکسایا۔ چنانچہ عقل کے ان اندھوں نے آپ کو گالیاں دیں، تالیاں پیٹیں اور آپ پر پتھر پھینکے۔ آپ اس سنگ باری کے باعث لہو سے تربتر ہو گئے۔ خون بہہ بہہ کر جوتوں میں جم گیا اور وضو کے لیے پاؤں جوتے سے نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس سفر میں آپ کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوا۔ اِن حوصلہ شکن حالات میں جب ایک مقدس ہستی بھٹکے ہوئے لوگوں کو حق کی راہ دکھا رہی ہو اور وہ اس کے بدلے میں گالیوں اور پتھروں سے اس کی تواضع کر رہے ہوں اور اس کی زندگی کے درپے ہوں، انسان کے دل پر جو گزرتی ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔ آدمی رنجیدہ خاطر ہوتا ہے، اس ظلم کے خلاف اُس کے دل سے آہ نکلتی ہے، وہ ظالموں کو کوستا ہے اور انسان اس انداز پر سوچنے لگتا ہے کہ کیوں نہ حق کے اِن باغیوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور خدائی فیصلے کا انتظار کیا جائے؟ مگر اِن حالات میں بھی رحمۃ للعالمینؐ نہ تو برہم ہوئے نہ مایوس بلکہ اپنے رب کے حضور یوں دعا گو ہوئے:

اللھم الیک اشکو ضعف	الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی
قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی	تحقیر پر تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب
علی الناس یا ارحم الراحمین	رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے
انت رب المستضعفین وانت	درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ربی - إلیٰ من تکلنی ؟ إلیٰ بعید
یتجهمنی ؟ ام إلیٰ عدوٍ
ملکته امری ؟ إن لم یکن
بك غضب علیّ فلا ابالی
غیر ان عافیتك هی اوسع
لی - اعوذ بنور وجهك الذی
اشرقت له الظلمات وصلح
علیه امر الدنیا والآخرة :
ان یحلّ علیّ غضبك او
ان ینزل بی سخطك - لك
العُتبیٰ حتی ترضی ولا حول
ولا قوة إلا بك -

کبھی تو ہی ہے - مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے ؟ کیا
کسی بیگانے کے جو مجھ سے ترش روئی کے ساتھ پیش
آئے ؟ یا کسی دشمن کو تو نے میرے اوپر قابو دے
رکھا ہے ؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے
پھر کسی چیز کی پروا نہیں - لیکن تیری عافیت میرے
لیے زیادہ وسیع ہے - میں تیری ذات کے نور سے
پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو
جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام اس سے ٹھیک
ہو جاتے ہیں - میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا
ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری ناراضی
مجھ پر وارد ہو - مجھے تیری ہی رضا اور خوشنودی
درکار ہے - اور کوئی طاقت تیری طاقت کے سوا
نہیں ہے -

زاد المعاد جلد ۲ ص ۱۲۴ - ۱۲۳ -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر غمگین و رنجیدہ دیکھ کر جبرائیل امین تشریف لائے اور کہا : آپ کی قوم نے آپ سے جو ناروا سلوک کیا ہے اللہ نے اُسے دیکھ لیا ہے - اگر آپ چاہیں تو ان ظالموں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے - لیکن اس غم واندوہ کے عالم میں بھی حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ :

" نہیں - ایسا ہرگز نہ کیا جائے - مجھے اللہ سے اُمید ہے کہ مولائے کریم ان کی نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے "۔

(زاد المعاد از ابنِ قیم جلد دوم صہ ۱۲۴)

رحمۃ للعالمین کی محولہ بالا دُعا اور دینِ حق کے دشمنوں اور اپنے خون کے پیاسوں کے بارے میں آپ کی یہ سفارش دونوں اتنی اثر انگیز ہیں جن سے آپ کی ذاتِ اقدس سے سخت کد رکھنے والا عیسائی سوانح نگار ولیم میور بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اُسے مجبوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کی صداقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا یوں اعتراف کرنا پڑا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس انداز سے طائف کی طرف روانہ ہوئے وہ عظمت اور حوصلہ مندی کی تصویر ہے۔ ایک تنہا اور بے یار و مددگار شخص جسے اپنے اقربا تک نے نفرت و حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا ہو، کمال جرأت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے بھروسے پر اسی شان کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہوتا ہے جس طرح یونس بن متی نے نینوا کی طرف رخت سفر باندھا تھا۔ اہل شہر کو جو شرک و کفر میں پوری طرح ملوث تھے رجوع الی اللہ اور اپنے مشن کی حمایت کی دعوت دیتا ہے۔ اس امر سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ اُن کو اپنے مامور من اللہ ہونے پر پورا اعتماد اور یقین تھا۔"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار شعب ابی طالب میں مسلسل تین سال تک محصور رہے اور اس مدت میں قریش نے جس طرح اُن پر عرصہ حیات تنگ کیا وہ ایک دل ہلا دینے والی داستان ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداداد بصیرت کے ذریعہ رنج و محن کے ان سالوں کو بھی تربیت کا دور بنا دیا۔ اور شعب ابی طالب کی تربیت گاہ میں ساتھیوں کی اچھی طرح تربیت کی تاکہ مستقبل قریب میں انہیں جس قسم کی مشکلات پیش آنے والی ہیں وہ اُن سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو سکیں۔ جو ہستی بھوک، پیاس، معاشرتی مقاطعہ اور قید کے لرزہ خیز مصائب کے اندر اپنے رفقاء کے حوصلے بلند رکھنے کا التزام کرتی ہے اور ان کے ذریعہ اُن میں سیرت و کردار کی پختگی پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہوتی ہے، وہ کس قدر عظیم ہوگی؟

قریش نے جب یہ دیکھا کہ حضورؐ اور آپ کے فدائیوں کے خلاف ترغیب و ترہیب کا کوئی ہتھیار کارگر ثابت نہیں ہو رہا اور دعوتِ دین کا کام اُن کی ساری ستم رانیوں کے باوجود مسلسل آگے بڑھ رہا ہے تو وہ حضورؐ کے قتل کے درپے ہوگئے۔ ادھر حضورؐ سرورِ دو عالم نے بھی حالات کی نزاکت کو پوری طرح بھانپ لیا اور یہ محسوس کر لیا کہ سرزمینِ مکہ دینِ حق کو ایک اجتماعی قوت بن کر ڈھلنے کے لیے موزوں نہیں، اس کے لیے کسی اور جگہ کی تلاش ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا فیصلہ کیا۔ کفارِ مکہ

---

[1] لائف آف محمدؐ ص ۱۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بھی آپ کے اس ارادے کا علم ہو گیا اور انہوں نے ہر قبیلہ کے ایک ایک آدمی کو جمع کر کے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ساتھ حملہ کر کے (معاذ اللہ) ان کا کام تمام کر دیں تاکہ وہ سرچشمۂ عرفان ہی باقی نہ رہے۔ جبرائیل امین کے ذریعہ حضورؐ کو بھی ان کے ان ناپاک عزائم کی اطلاع ہو گئی۔ جس رات حضورؐ نے مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا وہی رات اعدائے دین نے حضورؐ پر قاتلانہ حملے کے لیے منتخب کی۔ ان حالات میں حضورؐ کی جذباتی کیفیت پر غور کریں۔ جس سرزمین میں آپؐ نے جنم لیا، عہدِ طفولیت گزارا، جوان ہوئے، رشتۂ مناکحت استوار کیا، نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور جس میں قدم قدم پر آپؐ کے بزرگوں کی یادگاریں موجود تھیں اور سب سے بڑھ کر جو خطۂ ارضی بیت اللہ کی موجودگی کی وجہ سے روحانیت کا مرکز و محور تھا، اسے حضورؐ محض خالقِ کائنات کی خوشنودی کی خاطر خیرباد کہہ کر ایک اجنبی جگہ اور اجنبی ماحول میں آباد ہونے کے لیے جا رہے تھے۔ مکہ کو الوداع کہتے ہوئے حضورؐ کی قلبی کیفیت کا اندازہ ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو آپؐ نے اس موقع پر ارشاد فرمائے۔

وَاللّٰہِ انک لخیر ارض اللہ
و احب ارضٍ الی اللہ ولولا
انی اُخرجت عنکِ ما خرجت

خدا کی قسم تو اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔ اگر میں نکالا نہ جاتا تو کبھی نہ نکلتا۔

(ترمذی)

ما اطیبک من بلد و
احبّک اِلَیَّ ولولا ان قومی
اخرجونی ما سکنت غیرک

تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو بڑا ہی محبوب ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو میں دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔

(احمد و ترمذی)

پھر شہر سے نکلنا بھی انتہائی پُرخطر تھا۔ خوابگاہ کو خون کے پیاسوں نے اس طرح گھیرے میں لے رکھا تھا کہ کوئی جائے فرار نہ تھی۔ الغرض ہر طرف آلام اور تفکرات ہی تھے۔ گھر بار چھوڑنے کا غم، قرابتداروں کی جدائی کا غم، اپنے کمزور اور بے بس جان نثاروں کے ظالموں کی تحویل میں رہ جانے کا غم، بیت اللہ سے بُعد اور دوری کا غم اور دشمنوں کی ناپاک سازشوں کی وجہ سے مختلف قسم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی پریشانیاں اور اندیشے لاحق تھے۔ اس قسم کے المناک حالات میں بھی اللہ کے برگزیدہ نبیؐ نے سکونِ خاطر برقرار رکھا۔ اس آپؐ کے پاس جو امانتیں رکھی ہوئی تھیں انہیں اپنے عم زاد بھائی کے ذریعہ ان کے مالکوں تک بحفاظت پہنچانے کا انتظام فرمایا اور بڑے وقار اور اعتماد کے ساتھ اپنے فدائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ قریش کو جب اپنے منصوبے کی ناکامی کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کے تعاقب میں چاروں طرف اپنے آدمی دوڑا دیے حتیٰ کہ وہ ایک غار کے دہانے تک جا پہنچے جہاں آپ پناہ گزین تھے۔ اس اثناء میں آپؐ کے جاں نثار رفیقؓ نے گھبرا کر کہا: "حضورؐ، ان میں سے اگر کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے تو ہم اس کی نگاہ سے بچ نہ سکیں گے۔" آپؐ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:-

یا ابابکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثہما۔ — اے ابوبکر ان دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

لا تحزن ان اللہ معنا — تو بالکل غم نہ کھا یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(باقی)

☆ پاکستان کس نے توڑا؟ ☆ غدار کون تھا؟ ☆ یحییٰ، بھٹو یا مجیب؟

راز و نیاز کی مکمل داستان

سونار بنگلہ (محمود الرحمٰن)

میں پڑھیے

سیاسی کارکنوں کیلئے اہم کتاب ☆ قیمت:- دس روپے

ناشران

ادارہ افکارِ نو - پوسٹ بکس ۱۱۷۶ لاہور - فون نمبر ۲۱۶۲۳۲۸

© rasailojaraid.com